دستور اور عمل؟

جو بات عوام اور حکومت، سب کے ذہن نشین ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ دستور کسی تعویذ کا نام نہیں ہے جس کو ریاست کے گلے میں باندھ دینے سے سب کچھ خود بخود ٹھیک ہو جائے [گا]۔ دستور میں ہم خواہ کتنے ہی اعلیٰ مقاصد اور پاکیزہ اصول درج کر دیں، اُن سے عملاً کوئی فرق واقع نہ ہوگا، جب تک کہ حکومت اور حکام اور باشندگانِ ملک سب کے سب مل جل کر معاشرے کی اصلاح، اور خصوصاً معاشرے کے اخلاق کی تعمیر کے لیے کوشش نہ کریں۔

ہم ایک ناقص دستور سے بھی بہترین نتائج پیدا کر سکتے ہیں اگر ہماری نیت بخیر ہو، اور ہم سب کا ارادہ اسلام کی بہترین رہنمائی سے فائدہ اُٹھا کر اپنی حالت درست کرنے کا ہو۔ اس کے برعکس کوئی کامل و اکمل دستور بھی، خواہ وہ سو فی صد اسلامی ہو، محض اپنے الفاظ کی طاقت سے کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتا، بلکہ ہم اپنے اخلاق کی خرابی اور اپنے اعمال کی شومی سے اس کو ناکام کر کے دنیا بھر میں اپنے ساتھ، خود اسلام کی رُسوائی کا سامان بھی کر دیں گے۔

دستور کو صحیح اصولوں پر قائم کرنا بلاشبہہ ضروری ہے تاکہ ایک صالح معاشرے کی تعمیر میں اس کے نقائص رکاوٹ نہ بن سکیں۔ لیکن دستور کی اصلاح کے بعد معاشرے کی اصلاح کے لیے عملی سعی بھی اتنی ہی، بلکہ اس سے زیادہ ضروری ہے۔ ایک بداخلاق معاشرہ اپنے لیے بھی مصیبت ہے اور اس حکومت کے لیے بھی جو اس کے انتظام کی ذمہ داری سنبھالے۔ کوئی بہتر سے بہتر قانون و دستور بھی ایسے معاشرے میں کامیابی کے ساتھ نہیں چل سکتا۔

اس معاملے میں ضروری ہے کہ سب سے پہلے حکومت پیش قدمی کرے۔ اُسے بھی محض نظم و نسق چلانے والی حکومت بن کر نہ رہنا چاہیے بلکہ معاشرے کی تعمیر صالح کو اپنا نصب العین بنا کر کام شروع کرنا چاہیے۔ ('اشارات'، سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمان القرآن، جلد ۴۵، عدد ۵، جمادی الاول ۱۳۷۵ھ، بمطابق جنوری ۱۹۵۶ء، ص ۲-۳)